یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

حافظ محمد یوسف سراج۔خانیوال

وہی عمر کہ بقول ان کے کبھی ان سے بھیڑ بکریوں کا گلہ نہ سنبھلتا تھا آج پوری مسلم امہ ان کے زیر نگیں تھی۔ جب انہوں نے زمام اقتدار سنبھالی شام و عراق میں معرکہ کار زار جاری و ساری تھا بیعت کے بعد سب سے پہلے فن خطابت کے ذریعے کہ جس میں ید طولیٰ رکھتے تھے خوشہ چنیان اسلام میں جذبہ جہاد کو تازیانے لگا لگا کر مضمیر کرتے رہے ایسا پر جوش انداز خطابت پایا تھا کہ مجمع میں آگ لگا دیتے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ خطابت جذبات کا نام ہے اور جذبات مومن کی ہر انگڑائی کا مقصد و مدعا دین اسلام کو اوج ثریا پہ پہنچانا ہے۔ ادیان باطلہ کو نیست و نابود کرتے ہوئے دین حصہ کی ضیاپاشیوں سے ظلمت کدوں کو منور کرنا ہے اور اس کے لیے خواہ اسے جسم و جاں کٹوانا پڑے خون میں نہانا پڑے' دریاؤں کا سینہ چیرنا پڑے وہ نہایت مطمئن و مسرور یہ سب کر گزرے گا۔ بالکل اسی طرح خلیفہ المسلمین حضرت عمرؓ نے کیا جہاد فی سبیل اللہ کی ایسی تڑپ اور کسک رکھتے تھے کہ جب زور کلام سے لوگوں کو جذبہ جہاد کے لیے تیار کر لیا تو خود لشکر کی قیادت کرتے ہوئے میدان میں اترنے کی ٹھانی لیکن اکابرین نے اس کو خلاف مصلحت قرار دیا تو ان کو ﴿رہی دل کی حسرتیں دل ہی میں﴾ کے مصداق اس سعادت سے بہ امر مجبوری خود کو باز رکھنا پڑا۔ جب خود میدان میں اترنے کی خواہش تشنہ لب رہی تو میدان جہاد سے آنے والی خبروں کے لیے اس قدر مضطرب اور بے چین رہتے کہ مدینہ کی طرف آنے والے راستوں پر نکل جاتے اور دور خلاء میں تکتے کہ کوئی قاصد آتا دکھائی دے۔ ایک روز مدینۃ النبی ﷺ کی مقدس فضاؤں سے باہر جنگ قادسیہ کے احوال معلوم کرنے کے لیے محو انتظار تھے دور کہیں دھول اڑی' کوئی گھڑ سوار گھوڑا سرپٹ بھگاتا چلا آتا دکھائی دیا۔ قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ قادسیہ کا سپاہی ہے اور خلیفہ کو وہاں کی خبروں سے آگاہ کرنے کے لیے چلا آرہا ہے جانتا نہ تھا کہ جس خلیفہ کو خبر دینا چاہتا ہے وہ یہی درویش صفت شخص ہے سو رکا نہیں اور گھوڑا اسی رفتار سے دوڑاتا رہا اور ساتھ ساتھ احوال بھی اس راہ میں ملنے والے شخص کو بتلاتا گیا اب عالم یہ تھا کہ ایک قاصد گھوڑے پہ سوار ہے اور اس کے پیچھے خلیفۃ المسلمین دوڑتا چلا آرہا ہے اسی حال میں مدینہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے پکارا یا امیر المومنین ----------------اب اس کا ماتھا ٹھنکا کہ نادانستگی میں وہ کیا کر گزرا ہے کانپ گیا کہ کیا گستاخی کر چکا ہے اور جانے وہ کونسی سزا کا حقدار ٹھہرایا جائے لیکن -------(حضرت عمرؓ کے لبوں نے جنبش کی تو زمین و آسماں کو تحیر زدہ کر دیا شائد آسماں نے ذرا سا جھک کے سنا ہو اور زمین کی گردش ذرا سی دیر کے لیے بغرض سماعت تھم گئی ہو فرمایا کوئی حرج نہیں تم اطمینان سے حالات سے آگاہ کرتے جاؤ اسی پہ بس نہیں لوگوں کو اکٹھا کیا اور ایسا زریں خطبہ ارشاد فرمایا کہ نام نہاد دعویٰ داران عدل و انصاف جس کی مثال اور جواب لانے سے آج تک قاصر ہیں) فرمایا! مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو غلام بنانا چاہوں میں خود اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں خلافت ایک بار گراں ہے جس کو مجھ پر

> حضرت عمرؓ کے لبوں نے جنبش کی تو زمین و آسماں کو تحیر زدہ کر دیا۔ شاید آسماں نے ذرا سا جھک کے سنا ہو اور زمین کی گردش ذرا سی دیر کیلئے بغرض سماعت تھم گئی ہو۔ فرمایا کوئی حرج نہیں تم اطمینان سے حالات سے آگاہ کرتے جاؤ۔۔۔۔

ڈال دیا گیا اگر میں ایسا نہ کر سکوں کہ تم شکم سیر ہو کر مطمئن اپنے گھروں میں سوؤ بلکہ اس کے برعکس میرے در پہ حاضری دو تو ایسے وقت میں مجھے مسرت نہ ہوگی بلکہ میں غم میں ڈوب جاؤں گا---------- جانے رات کا کونسا پہر تھا تمام لوگ سکون کی گہری اور میٹھی نیند سو رہے تھے لیکن---------- حاکم وقت کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی اس لیے کہ سب سونے والوں کی ذمہ داری اس تنہا شخص پر تھی- وہ دوسروں کے آرام کی خاطر خود چل پھر رہا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ فرات کے کنارے اگر کوئی ایک کتا بھی بھوکا مر جائے تو اس کا ذمہ دار ہیں میں اپنے آپ کو گردانتا ہوں رات کے گہرے سناٹے اور تاریکی میں اس شخص کے مقدس قدم سینہ ارض کو خراماں خراماں روند رہے تھے کہ ناگاہ معصوم بچوں کے بلکنے کی آواز سنائی دی مسلسل حرکت کرتے قدم یکلخت رک گئے اور پھر آواز کی سمت دوبارہ حرکت میں آگئے مقررہ جگہ پہنچنے پر پتہ چلا کہ معصوم بچے بلک رہے ہیں اور قریب ہی ایک ماں سوگوار بیٹھی ہے کچھ پکا رہی ہے اب کے زبان مقدس حرکت میں آتی ہے اور اس لہجے میں محض رونے کا خیال نہیں- ممتا سے بھرپور مگر شکست خوردہ لہجے میں جواب ملتا ہے بچے کئی دنوں کے فاقہ سے ہیں اور اب بھی محض بہلاوے کے لیے خالی ہنڈیا چڑھا رکھی ہے- وہ شخص کانپ اٹھتا ہے، جسم کا رواں رواں لرز اٹھتا ہے، عین اسی لمحے قدم دوبارہ اٹھ رہے تھے اور ان کا رخ بیت المال کی جانب تھا پھر جلد ہی بیت المال سے واپسی ہو رہی تھی چشم فلک حیرتوں میں غوطہ زن تھی کہ حاکم وقت رات کے دبیز اندھیرے میں آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں اپنی پشت پر لادے مدینہ سے تین میل دور بڑھیا کی کٹیا کی جانب محو سفر ہے- یہ سب دیکھ کر غلام تڑپ اٹھا نیاز مندانہ عرض کی ﴿آقا کاہے کو تکلیف اٹھاتے ہو اس کام کے لیے غلام حاضر ہے﴾ جواب دیا اور کیا ہی خوب دیا کہ آب زر سے لکھوں تو بھی حق ادا نہ ہو فرمایا اسلم آج میرا بوجھ تم اٹھا لوگے پر کل قیامت کے روز کون اٹھائے گا اسی بوجھ سے لدے بڑھیا کی کٹیاں میں پہنچے اور تب تلک مضطرب و بے چین بیٹھے رہے کہ جب تلک بڑھیا نے بچوں کو کھلا پلا کر فارغ نہ کر دیا اور جب مجبور ماں اور اس کے جگر گوشے مطمئن ہوئے تب اطمینان و طمانیت خلیفہ کو میسر آئی- بڑھیا بے ساختہ پکار اٹھی سچی بات تو یہ ہے کہ خلیفہ بننے کے مستحق تم ہو نہ کہ وہ شخص جو کہ خود کو عمر کہلاتا ہے- آہ کیا جانتی تھی کہ یہی خادم قوم خلیفۃ المسلمین ہے اور یہ وہی عمر ہے کہ جدھر سے گذر جائے شیطان چپکے سے کھسک لیتا ہے-

جمعۃ المبارک کا مقدس دن تھا کہ جسے سید الانبیاء نے سید الایام کے نام سے تعبیر فرمایا سعادتوں کے سمیٹنے کا دن نعمت اسلام سے بہرہ مند افراد نے غسل کیا اور مسجدوں میں جمع ہوئے۔ انہی مساجد میں سے ایک مسجد وہ بھی تھی کہ جہاں حضرت عمرؓ نے وعظ ارشاد فرمانا تھا- وقت مقررہ پر آپ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پہ صعود کیا اس سے پہلے کہ وعظ و ارشاد کے موتی رولتے پچھلی صفوں سے ایک بدو اٹھ کھڑا ہوا کہا ٹھہر جائیے خطبہ سے پہلے میرے سوال کا جواب دیجیے یہ جرات و جسارت ایسا نڈر پن، خلیفہ کے سامنے بات کا یہ انداز ایسی گستاخی، صحابہ کی گردنیں تن گئیں، سانس رک گئے، پر جمال چہرے رعب و جلال کا آمیختہ بن گئے، ہاتھوں نے حرکت کی اور نیاموں میں موجود تلواروں کے دستوں پہ جم گئے لیکن ---------- خلیفہ اسی سکینت سے منبر پہ ایستادہ تھا اس کے ماتھے پر کوئی تیور، کوئی شکن

صحابہ کی گردنیں تن گئیں سانس رک گئے۔ پر جمال چہرے رعب و جلال کا آمیختہ بن گئے۔ ہاتھوں نے حرکت کی اور نیاموں میں موجود تلواروں کے دستوں پر جم گئے لیکن۔۔۔ خلیفہ اسی سکینت سے منبر پر ایستادہ تھا۔ اس کے ماتھے پر کوئی تیور، کوئی شکن نہ تھی، چہرے کی رنگت میں جلال مفقود تھا اور آنکھیں شعلہ بار نہ تھیں جذبات میں ہیجان کا طوفان نہ تھا۔

نہ تھی' چہرے کی رنگت میں جلال مفقود تھا اور آنکھیں شعلہ بار نہ تھیں جذبات میں ہیجان کا طوفان نہ تھا نہایت متانت و حلیمی سے جواب دیا پوچھیے! بدو نے کہا مال غنیمت سے سب کو ایک ایک چادر ملی اور چادر کا طول و عرض اسی قدر ہے کہ عام آدمی ہی اس سے لباس بنا سکتا ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے جسم پر پورا لباس موجود ہے اور آپ طویل القامت ہیں اب بھی صاحب منبر کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی کہ جنکا کردار بے داغ ہو وہ احتساب سے گریزاں نہیں ہوا کرتے احتساب کے نام پر انکی رگیں پھول نہیں جایا کرتیں اور وہ تو ایسے ہی تھے کہ

میں شعاؤں میں پگھل جاؤں میری فطرت نہیں
وہ ستارہ ہوں کہ جسکو ڈھونڈتی ہے روشنی

فرمایا! اس کا جواب تو ابن عمر ہی دے سکتا ہے- بیٹا کھڑا ہو گیا اور فرمایا جب میرے باپ کے لباس سے کپڑا کم پڑا تو میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ جو چیز باپ کو میسر نہ ہو وہ میرے بدن پر دیکھی جائے سو میں نے اپنی چادر بھی اپنے باپ کو دے دی --------بات واضح اور معاملہ صاف ہو چکا تھا- اس طرح کہ کسی پہ غداری کا مقدمہ نہ چلا- کسی کو ہتک عزت کے الزام میں سولی پہ لٹکایا نہ گیا اور نہ کسی کا خون ناحق بیچ چوراہے بہایا گیا-

قارئین کرام! یہ مسلمانوں کے خلفاء کا کردار ہے یہ عنایت ہے اسلامی نظام حکومت کی- کائنات کے مذاہب باطلہ' جمہوریت کے چیلے چانٹے' عوام کے خیر خواہ ہونے کے دعویدار جس کی مثال لانے سے قاصر ہیں عقل سلیم اور قلب بینا یہ بات سمجھنے سے قاصر اور درماندہ ہے کہ ایسا عظیم الشان نظام جس کو خدائی نظام ہونے کا شرف حاصل ہے ایسا نظام کہ جس کے ہر ہر پہلو سے رحمت و برکت کے سوتے پھوٹتے ہیں جب بھی اس کو ہمیں رسوا کیا' جائیے جمہوریت کی تاریخ کو کھنگا لئے مندرجہ بالا واقعات کی کوئی اک نظیر ڈھونڈ لائیے اگر ہو سکے!!! لیکن میں جانتا ہوں ایسا نہیں ہو سکتا! کبھی بھی نہیں!

> **صد حیف! کہ آج ہم آنکھیں رکھتے ہیں پر دیکھتے نہیں' کان رکھتے ہیں مگر قوت شنوائی سے بے بہرہ- اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم کھرے اور کھوٹے میں تمیز کر سکتے اپنے اور بیگانے کے فرق کو جانتے اور سمجھتے- جو اپنا ہے اس سے بے وفائی نہ کرتے اور بے اعتنائی نہ برتتے- اغیار کے نظام فرنگیانہ کو ہرگز گلے نہ لگاتے-**

آزمایا گیا ایسے ایسے محیر العقول واقعات نے جنم لیا کہ اغیار بھی اس کی تحسین کئے بنا نہ رہ سکے' عدل و انصاف' رحمت و برکت' استحکام معیشت' اصلاح معاشرہ' مساوات انسانی جس کا طرہ امتیاز ہے- جو ایک فطری نظام ہے اور دوسرا ایسا نظام کہ جس کو آزما آزما کر عوام مایوس ہو گئے اور سچ کہا کسی نے کہ یہ قانونی مکڑی کے جالے کی طرح ہے کہ طاقت ور توڑ کر نکل جاتا ہے اور کمزور ان میں پھنس جاتا ہے- پچاس برس گزر گئے وطن عزیز کو معرض وجود میں آئے ہوئے اور تب سے اغیار کا قانون جس کو جمہوریت کہتے ہیں ہم پر مسلط ہے کیا دیا ہے اس نے ہمیں؟ دھوکہ' فراڈ' قتل و غارت' بے چینی' عدم تحفظ' تباہی و بربادی- یہی قانون ہی تو ہے کہ جس نے کسی خون آشام بھیڑیئے کی طرح ہمارا خون چوسا' غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر کیا عالم میں آہ کہ گراں مایہ میراث ہم سے چھن گئی- ہمارا سب کچھ لوٹ لیا گیا اس طرح کہ آج کوئی نوحہ کرنے والا بھی نہیں ایسی بھی کیا بے خبری کہ جسم و جاں کٹ جائے شہہ رگ پر خنجر چل جائے اور ہم محو خواب ناز ہی رہیں اور صد افسوس ہے صاحبان اقتدار کی سوچ پر جو اس قدر عالی' متبرک' بلند پایہ اور چمکتی دمکتی تاریخ رکھنے کے باوجود اپنا آئیڈیل ایسے شخص کو قرار دیں کہ جس نے دین حنیف کے گھنی چھاؤں کے حامل نخل پائیدار پہ سیکولرازم کا کلہاڑا چلا کر اس کو پاش پاش کر ڈالا- کیا ان کو فاروقی دور کی تابنا کی نظر نہیں آتی؟ یہ کیوں ظلمتوں کو ہی اجالا کہنے پہ مصر ہیں؟ آخر کب تک یوں ہی اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں گے؟ ساحل چھوڑ کر کیوں بیچ منجدھار ڈبکیاں کھانے کو ہی عافیت سمجھتے رہیں گے کیا سیاہ چادر پہ لفظ "سفید" تحریر

کر دینے سے وہ سفید بن جایا کرتی ہے۔ یہ کیوں اس بات کو بھلا دینا چاہتے ہیں کہ جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا تہذیب فرنگ سے یارانہ لگا کر اقبال کی بات "تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی" کیوں غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

صد حیف کہ آج ہم آنکھیں رکھتے ہیں پر دیکھتے نہیں، کان رکھتے ہیں مگر قوت شنوائی سے بے بہرہ، اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم کھرے اور کھوٹے میں تمیز کر سکتے، اپنے اور بیگانے کے فرق کو جانتے اور سمجھتے، جو اپنا (اسلامی نظام) ہے اس سے بے وفائی نہ کرتے اور بے اعتنائی نہ برتتے اور اغیار کے نظام فرنگیانہ کو ہرگز گلے نہ لگاتے۔

تو اے اللہ کی زمین کے باسیو! سن لو کہ تمہاری فلاح، تمہاری نجات، تمہارا سکون، تمہاری راحت، تمہاری ترقی، تمہارا عروج، تمہارا نام و مقام اور تمہارا مرتبہ سب اس میں ہے کہ جس کو تم نے پس پشت ڈال دیا......جس سے اعراض برتا......جس کو یتیم بچے کی طرح بے اعتنا سمجھا......جس کو عضو معطل گردانا۔

اور آج اگر چاہتے ہو کہ

مسلمان پھر سے اوج ثریا پہ مقیم

ہو جائیں

وہی خوشحالی فارغ البالی کے ایام

لوٹ آئیں

روندھی اور مسلی ہوئی مسلم امہ پھر سے مضبوط و

مربوط ہو

جھولیاں پھیلائے مانگنے کی بجائے

سخی اور غنی کے طور پر ابھریں

تو اس کا ایک ہی حل ہے صرف ایک

!!یکہ و تنہا!!! برسوں کا آزمودہ!!! اور وہ ہے

اسلام نظام

ہاں میرے دوستو! اب جب سب

آزمائے جا چکے تو آؤ اب پلٹ آؤ اس لیے کہ یہی

چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔

بقیہ یاد رفتگان

شاہ عبدالعزیز دہلوی سے تفسیر، حدیث، فقہ میں تعلیم حاصل کی اور ۶۲ سال تک دہلی میں اپنے استاد کے حرمین شریفین ہجرت کرنے کے بعد تدریس فرمائی۔

۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ / ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء دہلی میں انتقال کیا۔ ان کے پوتے مولوی سید عبدالسلام دہلوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور شیدی پور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

مولانا حافظ محمد گوندلوی

مولانا حافظ محمد بن میاں فضل دین

رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔

مولانا سید عبدالجبار غزنوی اور مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے جملہ علوم اسلامیہ میں تحصیل کی۔

دہلی، مدراس، اوڈانوالہ، فیصل آباد، مدینہ منورہ اور گوجرانوالہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ / ۵ جون ۱۹۸۵ء کو گوجرانوالہ میں انتقال کیا۔ مولانا محمد عبداللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان کلاں میں دفن ہوئے۔

بقیہ زمانہ منتظر ہے

دے اعلی تعلیمی اداروں، پروفیشنل کالجز کے میرٹ بنانے کی دھن ہمیں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کو سمجھنے سے نہ ہٹا لے۔ نام نہاد ترقی کی راہوں پر چلتے ہوئے ہم کہیں گمراہیوں کی پگڈنڈیوں پر سوار نہ ہو جائیں۔ ماڈرن ازم کا خبط کہیں سنت کو دقیانوس نہ قرار دے دے۔ روشن خیالی کے زعم میں مبتلا ہو کر ہم کہیں آسمانی قوانین کو غیر انسانی نہ کہہ دیں۔ اور لوگوں کو اسلام کے قریب کرنے کے چکر میں خود اسلام سے دور نہ ہو جائیں۔

اعتراضات کا رد کرنے کیلئے انہیں مطمئن کرنے کیلئے کہیں ہم خود دین میں نئی راہیں تلاش نہ کرنا شروع کر دیں۔

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا کہ جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑا کشائش والا (اور) جاننے والا ہے۔ تمہارے دوست تو اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں۔ جو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے اور (اللہ کے آگے) جھکتے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں ہوگا) اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔ (المائدہ ۵۴، ۵۵، ۵۶)